پیاسا تھا اور آئین و ضوابط کو کوئی جانتا تک نہیں تھا ۔ قدیم قبائلی آئین و مسالک اپنی قوت و احترام کھو چکے تھے اس لئے اب ملوکیت کے پرانے طریق و انداز کا سکہ دنیا میں نہیں چل سکتا تھا ۔ عیسائیت نے جن قواعد و ضوابط کو رائج کیا تھا وہ نظم و ضبط اور وحدت و یکجہتی کے بجائے تشتت و افتراق اور بربادی و ھلاکت کا موجب بن رھے تھے ۔ غرضیکہ ھر طرف فساد ھی فساد نظر آتا تھا ۔ تہذیب کا وہ بلند و بالا درخت جس کی سرسبز و شاداب شاخیں کبھی ساری دنیا پر سایہ فگن تھیں اور آرٹ ، سائنس اور لیٹریچر کے سنہری پھلوں سے لدی ھوئی تھیں ، اب لڑکھڑا رھا تھا ۔ عقیدت و احترام کی زندگی بخش نمی اس کے تنے سے خشک ھو چکی تھی اور وہ اندر تک بوسیدہ اور کھوکھلا ھو چکا تھا ۔ جنگ و جدال کے طوفان نے اس کے ٹکڑے کر ڈالے تھے جو صرف پرانی رسموں کے بندھن سے یکجا کھڑے تھے اور جن کے متعلق ھر وقت خطرہ تھا کہ اب گرے کہ تب گرے ۔

کیا ان حالات میں کوئی ایسا جذباتی کلچر پیدا کیا جا سکتا تھا جو نوع انسانی کو ایک مرتبہ پھر ایک نقطہ پر جمع کر دے ۔ اور اس طرح تہذیب کو مٹنے سے بچا لے ؟ اس لئے کہ پرانی رسومات و آئین سب مردہ ھو چکے تھے ۔ اور ان ھی جیسے قوانین کا مرتب کرنا صدیوں کا کام تھا ۔ ۔ ۔ ''

اس سوال کا جواب وہ خود ھی ان الفاظ میں دیتا ہے ۔

'' یہ امر موجب حیرت و استعجاب ہے کہ اس قسم کا نیا کلچر عرب کی سرزمین سے پیدا ھوا اور اس وقت پیدا ھوا جب اس

کی اشد ضرورت تھی"۔

(ترجمہ منقول از ۔۔ سلیم کے نام خطوط ۔۔)

آخر ان تاریکیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے اس ذات قدسی صفات کی بعثت کی ساعت سعید آئی جسے اللہ رب العزت نے سراج منیر (جگمگاتا چراغ) فرمایا ۔ جس کی آمد کا مقصد قرآن نے یوں بیان فرمایا ۔

و یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم

(اور ان سے ان کا بوجھ اتارتا ہے اور وہ طوق بھی جو ان پر تھے)

حضور اکرم ﷺ کی بعثت در حقیقت ایک انقلاب کی آمد تھی ۔ ایک عالمگیر انقلاب جس کے ذریعے دنیا اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھی و اشرقت الارض بنور ربھا ۔ یہ اسی انقلاب کا نتیجہ تھا کہ :۔

وہ قوم ۔۔۔جو بکریوں کی نگہبانی کرنے اور انہیں درندوں سے بچانے میں مصروف رہتی تھی وہ حضور اکرم ﷺ کے بابرکت وجود کی بدولت انسانیت کی نگہبان مظلوم انسانوں کو ظالموں سے نجات دلانے والی قوم بن گئی ۔

وہ قوم ۔۔۔جو اپنے قبیلے اور نسل کو دوسرے قبائل اور نسلوں پر فوقیت دیتی تھی رنگ ، نسل اور زبان کے اختلافات کے غیر فطری معیاروں سے بلند ہو کر اسلام کے جھنڈے تلے وحدت انسانی کو انسانیت کی معراج سمجھنے لگی ۔

وہ قوم ۔۔۔جو معصوم لڑکیوں کی پیدائش کو نحوست تصور کرتے ہوئے انہیں زندہ دفن کر دیتی تھی وہ عورت کو اس کا فطری مقام عطا کرکے اور اس کی عفت و عصمت کی محافظ بن گئی ۔

وہ قوم ۔۔۔جو اپنی بھوک مٹانے کی خاطر دوسروں کو لوٹ لیا کرتی تھی حضور ختمی مرتبت ﷺ کی تعلیم کی بدولت دوسروں کی بنیادی

ضروریات پوری کرنے کے لئے خود بھوکی رہنے لگی۔

وہ قوم۔ ۔ ۔جو ھمیشہ منتشر رھی ، جو حکومت کے اجتماعی تصور سے یکسر
ناآشنا تھی، جو جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول پر کار
بند تھی ، حضور اکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے دنیا
کی پہلی آئین پسند ، قانون کی پابند حقیقی جمہوریت کی
دلدادہ قوم بن گئی۔

وہ قوم۔ ۔ ۔جو عملی زندگی میں عدل و انصاف سے نا آشنا تھی حضور اکرم
ﷺ کی بدولت عدل و انصاف کا ایک مثالی نمونہ بن گئی۔
جس نے دسمن سے بھی عدل کرکے انصاف کی تاریخ میں ایک
زرین باب کا اضافہ کیا۔

وہ قوم۔ ۔ ۔جو اپنے بڑے آدمیوں کے بت بنا کر پوجا کرتی تھی ، شخصیت پرستی،
بت پرستی اور شرک کا شکار تھی ، ختمی مرتبت ﷺ کی
بدولت خدا کی وحدانیت پر ایمان لاکر دنیا سے بت پرستی ،
شخصیت پرستی اور شرک کو ملیا میٹ کر دیا۔

وہ قوم۔ ۔ ۔جس کے نزدیک عزت کا معیار رنگ ، نسل ، حسب و نسب اور مال و
دولت تھا حضور اکرم کی بدولت تقوی ، حسن عمل اور مکارم
اخلاق کو عزت کا معیار سمجھنے لگی۔

وہ قوم۔ ۔ ۔جو سراب و زنا ، سود اور جوئے کی دلدادہ تھی ، حضور اکرم ﷺ
کی بدولت اسی قوم نے شراب کے خم سڑکوں پر اونڈیل دیئے ،
نکاح کو سعار بنایا ، سود اور جوئے میں دوسروں کا مال لوٹ
کر کھانے کی بجائے زکوۃ اور صدقات کے ذریعہ دوسروں کی
کفالت کرنے والی قوم بن گئی۔

انقلاب مکہ کے نتائج کوئی کہاں تک گنائے۔ اس انقلاب کے بانی

آقائے نامدار حضرت محمد مصطفے ﷺ کی دعوت کی بنیاد تھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ یعنی سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں ۔ اور اب انہی کی رہبری ہمارے لئے کافی ہے ۔ یہ اعلان توحید محض علم کلام یا فلسفہ ما بعد الطبیعیات کا کوئی مسئلہ نہ تھا ۔ حکیم الامت علامہ اقبال کے الفاظ میں یہ زندہ قوت تھی ۔ ایک خدا اسکے سب بندے اسی کے قانون کے پابند ۔ اسکے قانون کی نظر میں سب یکساں ۔ سب کو اپنی امنگوں اور آرزؤں کی تکمیل کے مواقع میسر ۔ سب کو کسب معاش کی سہولتیں حاصل ۔ کسب معاش کی صلاحیتوں میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی معاش سے محروم رہے اور کوئی ضرورت سے زیادہ حاصل کرکے لہو و لعب کی نذر کر دے ۔ در حقیقت اسلامی معاسرہ میں کسب حلال ، اکل حلال اور بذل حلال کے اصول بنیادی حیثیت رکھتے ہیں ۔

ایک خدا کے تصور نے ذات پات ، اونچ نیچ اور مختلف طبقات کے وجود ہی کو ختم کر دیا ۔ سب ملت واحد بن گئے ۔

حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق ملت ایک جسم ہے ۔ جس کا کوئی حصہ تکلیف میں ہوگا تو سارا جسم اس تکلیف کو محسوس کریگا ۔ جسم کے ہر عضو کو اس کی ضرورت کے مطابق خون کی ضرورت ہے اگر اس عضو کو خون کی مناسب مقدار نہ ملے تو وہ عضو شل ہو جائیگا ۔ اسی طرح قوم کے معاشی وجود میں دولت کو گردش میں رہنا چاهئیے ورنہ قوم کا ایک حصہ شل ہو جائیگا اور باقی حصہ بھی اس کی وجہ سے ناکارہ رهیگا ۔

ایک خدا کے تصور نے مذهبی اجارہ داریوں کی گنجائش هی ختم کر دی ہے ۔ قانون خدا کا ، اس کا شارح خدا کا رسول ۔ ۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح پوپ یا پادری کا قول یا اس کی تشریحات اور توجیہات

قانون نہیں بن سکتیں ۔ بلکہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم سیکھنا فرض قرار دیکر احبار و رھبان کے وجود کو ختم کر دیا گیا ۔ علم عام کیا ہوا کہ ہر شخص اپنے حقوق اور ذمہ داریوں سے واقف ہو گیا ۔ در حقیقت یہی انسانیت کا شرف اور جمہوریت کی بنیاد ہے۔ الغرض کیا معاش اور کیا معاد ہر شعبہ زندگی میں اجارہ داریاں ختم ہو گئیں ۔ چشم دنیا نے اس انقلاب عظیم کے ذریعہ جو کامیابیاں دیکھیں وہ درحقیقت حضور کی دعوت توحید اور ایمان بالآخرت کا نتیجہ تھیں ۔

اس انقلاب عظیم کے متعلق مشہور مفکر کار لائل اپنی مشہور زمانہ تصنیف HEROES AND HERO WORSHIP میں لکھتا ہے کہ ، "عربوں کے لئے یہ انقلاب ایک نئی زندگی تھی جو انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئی تھی ۔ عرب اس کے ذریعہ پہلی دفعہ زندہ ہوا ۔ ایک ایسی قوم جو ابتدائے آفرینش سے گمنامی کے عالم میں ریوڑ چراتی پھرتی تھی اس کی طرف ایک رسول (ﷺ) آیا جو اپنے ساتھ ایک پیغام لایا (القرآن الحکیم) جس پر وہ قوم ایمان لے آئی ۔ وہ دیکھو ۔ وہی گمنام چرواہے دنیا کی ممتاز قوم بن گئے ۔ وہ حقیر قوم ایک عظیم الشان ملت میں تبدیل ہو گئی ۔ "

ایک صدی کے اندر اندر عرب دنیا کے بڑے حصے پر چھا گئے ۔ اس کے بعد سینکڑوں برس ہو چلے ہیں کہ یہ اسی شان و شوکت اور درخشندگی و تابندگی سے کرہ ارض کے ایک عظیم حصہ پر مسلط ہیں ۔ یہ سب ایمان کی حرارت سے ہوا ۔ ایمان بہت بڑی چیز ہے۔ ایمان سے زندگی ملتی ہے۔ جو نہی کسی قوم میں ایمان پیدا ہوا اس قوم کی تاریخ میں انقلاب آ گیا ۔

آئیے ہم اقرار کریں کہ ،

ہم نے توحید اور ایمان بالآخرت کے عقیدہ کے باوجود اسی عملی زندگیوں میں مفادات اور اپنی خواہشات کے بتوں کی پوجا کی جو روش اپنائی ہوئی ہے اسے ترک کرکے حضـــور اکـــرم ﷺ کے طریقے کے مطابق خدا کی وحدانیت اور ایمان بالآخرت کو اسی عملی زندگی کی اساس بنائیں گے - دولت کمائینگے لیکن اس کا ڈھیر لگانے کے بجائے اسے خدا کے حکم کے مطابق دوسرے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے پر خرچ کریں گے - اس لئے کہ یہی اسوۂ رسول ہے -

* * * * * *

محمد مارمیڈ یوک پکتھال

قرآن مجید کا پہلا نو مسلم انگریز مترجم

اختــــــر راهــــــی

قــرآن مجیــد کا پہلا انگــریزی تــرجمــہ ۱٦۴۸ء تا ۱٦۸۸ء کے درمیانی عرصے میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ، لاطینی ترجمے سے کیا گیا تھا۔ دوسرا کامل ترجمہ جارج سیل (GEORGE SALE) کے قلم سے ۱۷۳۴ء میں اشاعت پذیر ہوا اور تقریباً ڈیڑھ صدی تک یہی ترجمہ انگریزوں کے لئے تعلیمات قرآن سے آگاہی کا ذریعہ رہا۔ جارج سیل نے عیسائی نقطہ نظر سے حواشی لکھے اور بیضاوی و کشاف سے بھرپور استفادہ کیا۔ ڈیڑھ صدی کے طویل عرصے میں انگریزی زبان کے اسالیب بیان میں اس قدر تبدیلیاں واقع ہوئیں کہ ترجمہ فرسودہ ہو گیا۔ ۱۸٦۱ء میں کیمبرج یونیورسٹی کے استاد جے ایم۔راڈویل(J. M. RODWELL) نے سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا۔ زبان و بیان میں اصلاح کی اور ایک دوسری جدّت یہ برتی کہ قرآن مجید کی سورتوں کو نزولی ترتیب سے مرتّب کیا یعنی آغاز سورہ علق اور اختتام سورہ مائدہ پر کیا۔ اس کے بعد ۱۸۸۰ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے جرمن پروفیسر (MAX MULLER) نے مشرق کی تمام کتب مقدّسہ کو انگریزی قالب میں ڈھالنے کا منصوبہ بنایا۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کے ترجمے کے لئے قرعہ فال ای۔ایچ۔پامر(E. H. PALMER) کے نام پڑا جو کیمبرج یونیورسٹی کے عربی

زبان و ادبیات کے استاد تھے۔ پامر کا ترجمہ ۱۹۰۰ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اُسی زمانے میں پادری وھیری (WHERRY) نے چار جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔

یہ تمام تراجم غیرمسلم فاضلوں نے کئے تھے جن میں اکثر مقامات پر معنوی تحریف اور قطع و برید کی گئی تھی.ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی مسلمان عالم یہ خدمت انجام دیتا۔ اسکا شدید احساس محکوم ھندوستان کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے انفرادی طور پر کئی ترجمے کئے۔ بعض شائع نہ ھوسکے،بعض نامکمل رہے اور چند ایک زیور طباعت سے آراستہ ھو کر اھل نظر کے ھاتھوں میں پہنچے(۱) ۔ تاھم ان ترجموں میں وہ زور بیان ،سلاست اور روانی پیدا ھونا ممکن نہ تھی جو اھل زبان کی خصوصیت ہے۔ آخر اللہ تعالی نے یہ سعادت ایک نو مسلم انگریز، مارمیڈ یوک پکتھال کو بخشی ۔ جس نے پہلے اسلام قبول کیا اور پھر چند سالوں کی جگر کاوی ، غور و فکر اور تدبّر و تفکّر کے بعد قرآن مجید کا ترجمہ نہایت خوبصورت زبان میں کیا۔ آج یہ ترجمہ ، قرآن مجید کے مقبول ترین تراجم میں سے ایک ہے۔ صرف امریکہ میں لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکا ہے۔

محمد مارمیڈ یوک پکتھال نے ترجمہ قرآن کے دیباچے میں لکھا ہے:(۲)

"اس ترجمہ کا مقصد انگریزی خواں طبقے کے سامنے یہ بات پیش کرنا ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان قرآن کے الفاظ سے کیا مفہوم لیتے ھیں اور قرآن کی ماھیت کو موزوں الفاظ میں سمجھانا اور انگریزی بولنے والے مسلمانوں کی ضرورت کو پورا کرنا ہے۔ معقولیت کے ساتھ یہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ کسی الھامی کتاب کو ایک ایسا شخص عمدگی سے پیش نہیں کر سکتا جو اس کے الھامات اور پیغام پر ایمان نہ رکھتا ھو۔ یہ

پہلا انگریزی ترجمہ ہے جو ایک ایسے انگریز نے کیا جو مسلمان ہے۔ بعض تراجم میں ایسی تعبیریں کی گئی ہیں جو مسلمانوں کے لئے دلآزار ہیں اور تقریباً سب میں زبان کا ایسا انداز بیان اختیار کیا گیا ہے جسے مسلمان غیر موزوں سمجھتے ہیں۔ قرآن کا ترجمہ ناممکن ہے[۳۲]۔ یہ قدیم شیوخ کا اور میرا عقیدہ ہے۔ میں نے اس کتاب کو علمی انداز میں پیش کیا ہے اور اس کے لئے کوشش کی گئی ہے کہ موزوں زبان استعمال کی جائے۔ لیکن یہ ترجمہ قرآن مجید نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ تو بے مثل و بے عدیل ہے۔ اس میں اتنی ہم آہنگی ہے کہ لوگ اسے سنتے ہی رونے لگتے ہیں اور وجد میں آجاتے ہیں۔ یہ تو قرآن کے مفہوم کو انگریزی زبان میں پیش کرنے کی محض ایک کوشش ہے اور اس کے سِحر کی قدرے عکاسی۔ یہ عربی قرآن کی جگہ نہیں لے سکتا۔ نہ میرا یہ مقصد ہے۔

محمد مارمیڈ یوک پکتھال کا ترجمہ قرآن زبان و بیان کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ مولانا عبد الماجد دریا بادی مرحوم جو خود انگریزی زبان کے مترجم قرآن ہیں۔ اُنہوں نے لکھا ہے کہ :

«پکتھال اپنی زبان کا ادیب اور اہل قلم تھا . . . . . . اس کی زبان کی خوبی و شستگی کا کیا کہنا ۔ اصل قرآن کی جاذبیت زبان و بیان ایک حد تک ترجمہ میں منتقل ہو آئی ہے[۳۳]»

نو مسلم فاضلہ مریم جمیلہ اس ترجمے کے بارے میں لکھتی ہیں کہ:

«مجھے اس کے مقابلے کا کوئی انگریزی ترجمہ نہیں مل سکا۔ کسی ترجمے میں وہ فصاحت و بلاغت اور انداز بیان نہیں جو اس میں موجود ہے۔ بہت سے دوسرے تراجم میں اللہ کے لئے «گاڈ»

کا لفظ استعمال کرنے کی غلطی کی گئی ہے۔ لیکن پکتھال نے ہر جگہ اللہ ہی استعمال کیا ہے۔ اس سے اسلام کے پیغام میں مغرب کے قاری کے لئے بڑا تأثر پیدا ہوتا ہے[۵]۔"

قرآن مجید کا یہ جلیل القدر مترجم > اپریل ۱۸۷۵ء یکم ربیع الاول ۱۲۹۲ھ کی صبح کو انگلستان میں سفک (SUFFALK) کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ اس کے والد چارلس پکتھال مقامی گرجا گھر کے پادری تھے۔ چارلس کی پہلی بیوی سے دس بچے ہیں ۔ اس بیوی کے انتقال کے بعد چارلس نے دوسری شادی امیر البحر ڈی۔ایچ۔اوبرائین کی بیٹی سے کی۔ اس بیوی سے چارلس کے ہاں مارمیڈ یوک پکتھال پیدا ہوا۔

مارمیڈ یوک پکتھال نے ہیرو (HARROW) کے پبلک اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ زمانۂ طالب علمی میں سرونسٹن چرچل پکتھال کے یاراں مکتب میں سے تھے۔ اسکول سے فارغ ہو کر پکتھال نے ترکی یا ایران کے انگریزی سفارت خانے میں ملازمت حاصل کرنے کی خاطر مقابلے کا امتحان دیا مگر ناکام رہا۔ اس ناکامی کے باوجود پکتھال قاہرہ چلا گیا۔ اُس وقت پکتھال کی عمر انیس سال کے لگ بھگ تھی۔ یہ نقل مکانی اُس کی زندگی کے عظیم انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

مارمیڈ یوک پکتھال کئی سال تک مصر، شام، فلسطین اور عراق میں گھومتا رہا آخر میں ترکی چلا گیا۔ اس سیاحت میں مارمیڈ یوک پکتھال نے عربی اور ترکی زبانوں میں اتنی مہارت حاصل کر لی تھی کہ ان زبانوں میں اپنا ما فی الضمیراحسن طریقے سے ادا کر لیتا تھا اور ان زبانوں کے لٹریچر سے استفادہ کر سکتا تھا۔ عربی زبان و تہذیب سے متاثر ہو کر مارمیڈ یوک پکتھال نے اپنی وضع

عربوں جیسی بنا لی تھی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب خلافت عثمانیہ میں اندرونی خلفشار پیدا ہو چکا تھا اور یورپی طاقتیں خلافت کی قوّت توڑنا چاہتی تھیں۔ جنگ طرابلس اور جنگ بلقان میں خلافت عثمانیہ کو شکست ہو چکی تھی. مار میڈ یوک پکتھال کا خیال تھا کہ یورپی طاقتیں مذہبی تعصّب کے سبب خلافت عثمانیہ کے ٹکڑے کرنا چاہتی ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں مار میڈ یوک پکتھال انگلستان گیا اور اینگلو عثمانیہ سوسائٹی قائم کی. اس سوسائٹی کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ترکوں کے ساتھ جو زیادتیاں ہو رہی تھیں ان کا تدارک ہو۔ سوسائٹی کی کوششیں بار آور ثابت نہ ہوئیں حتی کہ ۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ چھڑ گئی اور خلافت عثمانیہ کو اتحادی طاقتوں کے خلاف لڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔

مار میڈ یوک پکتھال عرب ملکوں کے زمانۂ قیام میں اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہوا۔ وہ جامع اموی دمشق، کے شیخ العلماء سے رابطہ رکھتا تھا۔ اُسی زمانے میں جب مار میڈ یوک پکتھال نے شیخ العلماء کو اپنی ایمانی کیفیّت سے آگاہ کیا تو شیخ نے مار میڈ یوک پکتھال کو مشورہ دیا کہ وہ کچھ عرصہ مطالعہ اور غور و فکر جاری رکھے اور قبول اسلام کا اعلان انگلستان میں کرے۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۱۴ء میں مار میڈ یوک پکتھال نے لندن میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔

۱۹۱۷ء میں مار میڈ یوک پکتھال کی ملاقات لندن میں خواجہ کمال الدین سے ہوئی جو شاہجہان مسجد ووکنگ میں "اسلامی مشن" کے انچارج تھے۔ خواجہ صاحب ۱۹۱۹ء میں ہندوستان چلے آئے تو اُن کی غیر حاضری میں شاہجہان مسجد میں خطابت کی ذمہ داریاں مار میڈ یوک پکتھال نے ادا کیں اور "اسلامی مشن" کے ترجمان مجلہ "اسلامک ریویو" کے مدیر رہے۔

۱۹۲۰ء میں مار میڈ یوک پکتھال کو برصغیر کے معروف اخبار ”بمبئی کرانیکل“ کی ادارت پیش کی گئی۔ اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے پکتھال بمبئی آ گئے۔ خیال تھا کہ وہ تین سال یہاں رہیں گے مگر وہ ایک سال کے بعد وطن واپس چلے گئے۔ تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون کے پُر آشوب دور میں مار میڈ یوک پکتھال نے قوم پرست طبقے کی خوب نمائندگی کی۔ پُر زور اداریئے لکھے۔ زورِ قلم سے اپنا مؤقف اعلی طبقے میں منوایا اور بہت سے دوسرے راھنماؤں کی طرح مارمیڈ یوک پکتھال بھی اُسی زمانے میں کھدر پوش بنے۔

۱۹۲۴ء میں مارمیڈ یوک پکتھال دوبارہ برصغیر آئے اور ریاست حیدر آباد دکن کی ملازمت اختیار کی۔ وہ چادر گھاٹ ھائی اسکول کے پرنسپل تھے۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان مرحوم اُس زمانے میں اُن سے ملے تھے۔ وہ اپنی یادیں تازہ کرتے ہوئے لکھتے ھیں:

> ”وہ انگریزی کے اعلی درجے کے ادیب اور عربی زبان سے بخوبی واقف تھے اور عربوں میں عرصے تک رہ چکے تھے۔ پکتھال بڑے بکّے اور راستباز مسلمان تھے۔ اسلام کے متعلق جب بھی اُن سے گفتگو ہوتی تو انہوں نے ھمیشہ اس کی اخلاقی برتری کو نمایاں کیا۔ــــــــــــ اسلامی تعلیم میں جس چیز نے انہیں سب سے زیادہ گرویدہ کیا وہ اس کا عملی اور اخلاقی پہلو ہے۔ ایک دفعہ کہتے تھے کہ انسانی مساوات اور عالمگیر اخوّت کے اصول اسی کے مظاهر ھیں جو آج بھی اتنے ھی قابل قدر ھیں جتنے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے تھے۔ ان کی بدولت اسلام کا پیغام سدا بہار ہے۔ ابھی اس کی اثر آفرینی ختم نہیں ہوئی ہے(٦)“

چادر گھاٹ ھائی سکول کے فرائض منصبی کے ساتھ اُنہوں نے ۱۹۲۷ء